قصیدہ

درمدح سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام

ادیب اکبر انیس العصر سید ابن الحسین مہدی نظمی اجتہادی

لہو بہاؤ گلستاں میں تازگی کے لئے
کہ رنگ چاہئے گلشن میں ہر کلی کے لئے

مکاں جلاؤ نشیمن کو پھونک دو یارو
کہ روشنی کی ضرورت ہے تیرگی کے لئے

کرو لہو سے چراغاں کہ باغباں کا ضمیر
ہے روشنی میں بھی محتاج روشنی کے لئے

جنونِ غم کے بھرم کو پکارتی ہے بہار
وضوئے خوں کے لئے چاک دامنی کے لئے

زمین باغ کو زرخیز کر دو دیوانو
کہ خاک مانگ رہی ہے لہو نمی کے لئے

نہ جانے کون سا احساس ہے اندھیروں کا
چراغ دن میں جلائے ہیں روشنی کے لئے

فروغ علم نہیں ہے فروغ عقل و خرد
کہ تجربہ بھی ضروری ہے آگہی کے لئے

یہ دودِ جوہری طاقت بتا گیا شاید
کہ ذرہ ذرہ جہنم ہے آدمی کے لئے

اسی کا نام ہے کیا ارتقائے علم وشعور
کہ ظلمتوں کو خریدا ہے روشنی کے لئے

ہوائے حرص سے بھڑکی ہے احتیاج کی پیاس
کہ دل میں تاب نہیں ضبطِ تشنگی کے لئے

دیارِ عیش و طرب میں چلے ہیں اہل ہوس
گلے میں ڈال کے جھولی گداگری کے لئے

غرض کے ہاتھوں نے یوں چھین لی متاعِ کرم
کہ آدمی نہیں ہمدرد آدمی کے لئے

ہزار شور مساوات کا سہی لیکن
الم کسی کے لئے ہے خوشی کسی کے لئے

عقیقِ خونِ تمنا دُرِ سرشکِ وفا
یہی نگینے ہیں دامانِ مفلسی کے لئے

یہ جلتی ریگ پہ سوکھے ہوئے ببول کے پیڑ
بہت حسین ہیں تصویر بے کسی کے لئے

خریدتے رہو چارہ گرو بشر کا لہو
کہ خونِ آدمی ہوتا ہے آدمی کے لئے

رگوں کے خون کو بیچو کہ لوگ مرتے ہیں
شراب خانوں میں اک گونہ بے خودی کے لئے

نئے زمانے کی تہذیب کی سیاست دیکھ
کہ دوستی کی نمائش ہے دشمنی کے لئے

مزاج بن گیا ان کا بھی رہزنوں کی طرح
وہ راہبر جو مقرر ہیں رہبری کے لئے

عوام کی رگِ احساس چھیڑنے والو
عوام میں بھی حرارت ہے سرکشی کے لئے

گلہ زمانے کا کیوں کیجئے کہ اے نظمیؔ
زمانہ راس نہ آیا کبھی کسی کے لئے

سنا بھی رفعتِ انساں میں مطلعِ ثانی
کہ اس زمیں کی خلافت ہے آدمی کے لئے

سکندری کے لئے ہے نہ قیصری کے لئے
بنا ہے آدمی تسبیح وبندگی کے لئے

تلاش شرط ہے آیاتِ کبریائی کی
فلک قریب ہے گیتی سے آدمی کے لئے

اجل کو جس کی شہادت حیات سے بدلے
زمیں پہ دوڑ رہا ہے وہ زندگی کے لئے

ہے تنگ دامنی فکر و شعور کی ورنہ
یہ کائنات بنائی ہے آدمی کے لئے

زمانہ غیر ہے اتنا زمانہ سازوں سے
کہ جیسے اجنبی ہوتا ہے اجنبی کے لئے

یہ زندگی کی حقیقت ہے تلخ تر ہی سہی
کہ غم کی آگ ہے دامانِ سرخوشی کے لئے

حیاتِ سرمدی یہ ہے کہ قتل گاہوں میں
اجل نے بوسے کفِ پائے زندگی کے لئے

بہت سہی غمِ گیتی مگر ہوائے بہار
پکارنے لگی رندوں کو میکشی کے لئے

غزل کو ساز پہ چھیڑا نگارِ فطرت نے
فضائے دہر میں تھوڑی سی نغمگی کے لئے

غزل ہے صنفِ حسیں تر سخنوری کے لئے
خیال و فکر کی نازک مصوری کے لئے

ہے قتل گاہِ تمنا میں عشرتِ بسمل
سرِ نیاز ہے خم یار کی چھری کے لئے

بجھا بجھا دیئے ہر شاخِ تر پہ گل کے چراغ
صبا نے پھولوں سے سو بدلے اک ہنسی کے لئے

کیا ہے اہل خرد نے چمن میں جشن بہار
جنوں کے تارِ گریباں سے دل لگی کے لئے

ہے شکوہ سنج بیاباں سے آبلہ پائی
نمک کی چبھتے ہوئے خار میں کمی کے لئے

ہے تازیانۂ موجِ ہوا کہ پھولوں کو
سزا ملی ہے قصورِ شگفتگی کے لئے

وہاں گلوں کے تبسم کی بات کیا کیجے
جہاں ترسنے لگیں زخم بھی ہنسی کے لئے

گریز کیجئے نظمیؔ بنام کرب و بلا
کہ ایک لذّتِ غم چاہئے خوشی کے لئے

سجی ہے وارثِ آدمؑ کی محفل میلاد
خوشی نبیؐ کے لئے ہے خوشی علیؑ کے لئے

پڑھو درود مبارک ہو آدمی کے لئے
چراغ مل گیا انساں کو روشنی کے لئے

چراغ مل گیا کاشانۂ علیؑ کے لئے
چراغ مل گیا بزم پیمبری کے لئے

چراغ مل گیا مینارِ آگہی کے لئے
چراغ مل گیا محراب بندگی کے لئے

چراغ مل گیا ایقانِ ایزدی کے لئے
چراغ مل گیا تسلیم داوری کے لئے

چراغ مل گیا قرآن معنوی کے لئے
چراغ مل گیا کعبے کو روشنی کے لئے

چراغ مل گیا خودداری و خودی کے لئے
چراغ مل گیا عزت کی زندگی کے لئے

چراغ مل گیا اصلاحِ کجروی کے لئے
چراغ مل گیا تائید راستی کے لئے

چراغ مل گیا امن وسلامتی کے لئے
چراغ مل گیا دستورِ منصفی کے لئے

چراغ مل گیا نغماتِ سرمدی کے لئے
چراغ مل گیا ہر دور کے ولی کے لئے

چراغ مل گیا ہر شب کی تیرگی کے لئے
چراغ مل گیا ہر گھر کی روشنی کے لئے

ہوا ہے جشن چراغاں کہ فاطمہؑ کا پسر
چراغ نور ہے تہذیب آدمی کے لئے

فرازِ نوکِ سناں پر چراغ جلتے ہیں
دیارِ شام کی ظلمت میں روشنی کے لئے

گہن میں چھپ گیا سورج کہ حوصلہ ہی نہیں
رخِ شہید کی ضو سے برابری کے لئے

بنا کے خاک کو خاکِ شفا شہیدوں نے
دیئے ہیں دانۂ تسبیح بندگی کے لئے

حسین کہتے ہیں جس کو وہ ایک ذات نہیں
وہ کائناتِ الٰہی ہے آدمی کے لئے

علم نشانِ تمنا ہے امن عالم کا
ضریح نقشِ محبت ہے دوستی کے لئے

امام باڑے نہیں ہیں یہ درسگاہیں ہیں
شعورِ حق کے لئے علم مجلسی کے لئے

ہجوم لالہ ونسریں میں گریۂ شبنم
جوازِ گریہ ہے مجلس میں آدمی کے لئے

کریم موڑ دے کوثر کو کربلا کی طرف
فرات کم ہے بہتّر کی تشنگی کے لئے

درِ حسین پہ ملتے ہیں ہر خیال کے لوگ
یہ اتحاد کا مرکز ہے آدمی کے لئے

یہ جانِ ساقیٔ کوثر کا جشن ہے نظمیؔ
بڑھاؤ دستِ ولا جامِ کوثری کے لئے